بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجتماعی اجتہاد

اصطلاحِ فقہاء میں احکامِ شرعیہ میں سے کسی چیز کے بارے میں ظن غالب کو حاصل کرنے کے لیے اس طرح پوری پوری کوشش کرنا کہ اس پر اس سے زیادہ غور وخوض ممکن نہ ہو اجتہاد کہلاتا ہے۔ گویا ہر ایسی کوشش جو غیر منصوص مسائل کا شرعی حل معلوم کرنے کے لیے کی جاتی ہے اجتہاد ہے۔ اور اگر ایسی کوشش اجتماعی ہو یعنی وہ کسی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے کے تحت ہو تو اجتماعی اجتہاد کہلاتی ہے۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہر علم کا دائرہ اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ ایک مجتہد اور فقیہہ کے لیے ہر ایک شعبۂ علم میں مہارت پیدا کرنا تو دور کی بات اس کے مبتدیات کا احاطہ کرنا بھی ناممکن ہو گیا ہے۔ مزید برآں فقہ الاحکام (دین) سے متعلق مختلف علوم وفنون پر دسترس رکھنے والے علماء تو بہت مل جائیں گے لیکن فقہ الواقعہ (دنیا) سے تعلق رکھنے والے اجتماعی اور انسانی علوم ومسائل کی واقفیت علماء میں تقریباً ناپید ہے۔ آج ایک عالم کو جن مسائل کا سامنا ہے وہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں۔ ان متنوع مسائل کا صحیح معنوں میں ادراک اور شریعت کی روشنی میں ان کا حل پیش کرنا اکیلے ایک عالم کے لیے تقریباً ناممکن ہے۔

اس لیے آج اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ علماء کی انفرادی اجتہادی کاوشوں کے بجائے اجتماعی سطح پر اجتہاد کے کام کو فروغ دیا جائے' ایسے ادارے اور فقہی اکیڈمیاں قائم کی جائیں جو اجتماعی اجتہاد کے اس کام کو آگے بڑھا سکیں' اور ان اداروں میں عالم اسلام کے ممتاز اور جید علماء کو نمائندگی حاصل ہو۔ علماء کے علاوہ مختلف عصری علوم کے ماہرین بھی اس مشاورتی عمل میں شریک ہوں تا کہ زیر بحث مسئلہ کو فنی زاویہ نگاہ سے سمجھنے میں علماء کی مدد کریں۔ امام شاطبیؒ کے بقول اس مشاورتی عمل میں غیر مسلموں کو بھی شریک کیا جا سکتا ہے تا کہ وہ اس مسئلے کے ان پہلوؤں کو اجاگر کر سکیں جن کا تعلق کلیۃً واقعات اور خارجی دنیا سے ہے۔ اس کا

نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس قسم کی ملی جلی فکری اور اجتہادی کوششوں سے مسئلہ اور زیادہ نکھر جائے گا اور تعیین واطلاق کی ایک لائقِ عمل شکل اختیار کر لے گا۔اس طرح کا ایک اجتماعی اور شورائی اجتہاد ہی فقہ اسلامی کی معاصر ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے۔ڈاکٹر محمود احمد غازی کے بقول اس اجتماعی اجتہاد کے نتیجے میں ایک کوسمو پولیٹن یا اجتماعی فقہ امت مسلمہ کو حاصل ہو سکتی ہے، جسے فقہ شافعی 'فقہ حنبلی' فقہ مالکی یا فقہ حنفی کی بجائے فقہ اسلامی کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے اور جو سب مذاہب اسلامیہ کے نزدیک قابل قبول ہو گی۔لیکن اس اجتماعی اجتہاد کے ضمن میں علماء کو دو باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا۔ایک یہ کہ اجتماعی اجتہاد کی صورت علماء کی کسی بھی مجلس یا 'لجنۃ' کا اصل مقصود حکم الٰہی کی تلاش ہو اور باہمی مفاہمت اس مقصد پر کسی طور بھی غالب نہ آنے پائے۔ دوسری بات یہ کہ اس اجتماعی اجتہاد کو اجماع کا درجہ دے کر اس کی بنیاد پر کوئی قانون سازی کرتے ہوئے اس کے مخالف رائے رکھنے والے مجتہدین پر جبراً نفاذ نہ کیا جائے۔

اجتماعی اجتہاد کے موضوع پر ابھی تک ایک ہی کتاب سامنے آئی ہے جس کا نام 'الاجتھاد الجماعی فی التشریع الاسلامی' ہے۔یہ کتاب ڈاکٹر عبدالمجید السوسوہ کی ہے۔ڈاکٹر السوسوہ کی اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد علماء میں اجتماعی اجتہاد کی شرعی حیثیت اور دلائل کے بارے میں ایک علمی بحث کا آغاز ہو گیا ہے۔بعض علماء نے اجتماعی اجتہاد کے حق میں اور بعض نے اجتماعی اجتہاد کی مخالفت میں مضامین لکھے ہیں،اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔علامہ البانی نے 'السلسلۃ الضعیفۃ' میں السوسوہ کی کتاب میں موجود بعض اصولی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔بعض دوسرے علماء مثلاً مصطفیٰ الزرقا، مصطفیٰ الشلبی، محمد یوسف موسیٰ، محمود شلتوت، احمد شاکر، ڈاکٹر زکریا البری، ڈاکٹر محمد عمارۃ، ڈاکٹر محمد الدسوقی، شیخ عبد الامیر قبلان لبنانی، محمد عبدہ، بدیع الزمان النورسی اور مفتی شام علامہ شیخ احمد کفتارو نے بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ اجتماعی اجتہاد کی تائید میں لکھا ہے۔اس سلسلے میں قابل ذکر کام پروفیسر ڈاکٹر طاہر منصوری صاحب کی کاوشوں کے نتیجے میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے زیر اہتمام اجتماعی اجتہاد کے تصور وارتقاء پر ایک علمی سیمینار کا انعقاد ہے،جس میں ملک بھر سے مختلف مکتبہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے ممتاز اور جید علماء نے شرکت کی اور اجتماعی اجتہاد سے متعلق اپنے نظریات اور خیالات کا اظہار کیا۔سیمینار کے مقالہ جات انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے تحت کتابی شکل میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے حال ہی میں جاری کردہ سہ ماہی مجلّہ 'اجتہاد' بھی پاکستان میں انفرادی و اجتماعی اجتہاد کی طرف ایک اچھی پیش رفت ہے۔ جناب ڈاکٹر خالد مسعود اس مجلّے کے مدیر مسئول ہیں۔ ان سے ہماری گزارش ہے کہ پاکستان میں موجود مختلف مکاتب فکر کے معتدل علماء کو نہ صرف اس مجلّے کی مشاورتی کونسل میں شامل کیا جائے بلکہ 'اجتہاد' کے موضوع پر ان کے نقطۂ نظر کو شائع کیا جائے اور اس بات کی حتی الامکان کوشش کی جائے کہ روایتی علماء پر طنز و تشنیع کیے بغیر اور سلف کے ساتھ جڑے رہتے ہوئے فقہی جمود کے بالمقابل اس اجتہادی تحریک کو مثبت انداز میں آگے بڑھایا جائے۔ واضح رہے کہ ایک ایسا رسالہ جس میں سلف صالحین کی مجموعی تحقیق پر عدم اعتماد کا اظہار ہو اور علماء کو ہدفِ تنقید بنایا گیا ہو' اسلامی معاشرے میں ذہنی و فکری انتشار تو پھیلا سکتا ہے' کوئی مثبت نتائج پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لیے ہمیں جناب مولانا زاہد الراشدی کی یہ بات بہت مناسب اور وقیع معلوم ہوئی ہے اور جس کا تذکرہ ہم نے سابقہ اداریے میں بھی کیا تھا' کہ ائمہ سلف کے پیش کردہ مآخذ و اصولِ دین میں تو کسی قسم کے اضافے اور اختلاف کی بات نہ کی جائے' ہاں فروعات میں کسی سے بھی اختلاف کیا جا سکتا ہے جب تک کسی فرعی مسئلے پر علماء کا اجماع نہ ہو۔ سلف صالحین کے اصولوں میں رہتے ہوئے اجتہاد کرنا ہی وہ کم از کم حد ہے جس کی پابندی کے نتیجے میں عصر حاضر کے مجتہدین اور فقہاء افتراق و انتشار کے غیر محدود سلسلے سے بچ سکتے ہیں۔

بقیہ : نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

تفسیر حقانی: مولانا عبدالحق حقانیؒ لکھتے ہیں:

﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (الزخرف:٦١)

''اور البتہ عیسیٰ جو ہے تو قیامت کی ایک نشانی ہے''۔

''پس بات یہ تھی کہ عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کرنے میں ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنایا تھا' تا کہ وہ اس بات سے اس پر ایمان لاویں اور نیز وہ قیامت کی نشانی ہے کہ قریب قیامت کے دنیا پر اترے گا' جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے''۔

(جاری ہے)

OOO